أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Ayat No 1

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾

Izaa jaaa'akal munaafiqoona qaaloo nashhadu innaka la rasoolul laah; wallaahu ya'lamu innaka la rasooluhoo wallaahu yashhadu innal munaafiqeena lakaaziboon

(63 AlMunafiqun Verse 01 المنافقون ایت 01)

ترجمہ تفہیم القرآن

اے نبی ﷺ، جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقینا اللہ کے رسول ہیں۔“ ہاں، اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اُس کے رسول ﷺ ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔(1)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن1

یعنی جو بات وہ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ ہے تو بجائے خود سچی، لیکن چونکہ ان کا اپنا عقیدہ وہ نہیں ہے جسے وہ زبان سے ظاہر کر رہے ہیں، اس لیے اپنے اس قول میں وہ جھوٹے ہیں کہ وہ آپ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ شہادت دو چیزوں سے

مرکب ہوتی ہے۔ایک وہ اصل بات جس کی شہادت دی جائے۔دوسرے اس بات کے متعلق شہادت دینے والے کا اپنا عقیدہ۔اب اگر بات بجائے خود بھی سچی ہو،اور شہادت دینے والے کا عقیدہ بھی وہی ہو جس کو وہ زبان سے بیان کر رہا ہو، تو ہر لحاظ سے وہ سچا ہو گا۔اور اگر بات اپنی جگہ جھوٹی ہو، لیکن شہادت دینے والا اسی کے حق ہونے کا عقیدہ بیان کرنے میں صادق ہے،اور ایک دوسرے لحاظ سے اس کو جھوٹا کہیں گے، کیونکہ جس بات کی وہ شہادت دے رہا ہے وہ بجائے خود غلط ہے۔اس کے برعکس اگر بات اپنی جگہ سچی ہو لیکن شہادت دینے والے کا اپنا عقیدہ اس کے خلاف ہو، تو ہم اس لحاظ سے اس کو سچا کہیں گے کہ وہ صحیح بات کی شہادت دے رہا ہے،اور اس لحاظ سے اس کو جھوٹا کہیں گے کہ اس کا اپنا عقیدہ وہ نہیں ہے جس کا وہ زبان سے اظہار کر رہا ہے۔مثال کے طور پر ایک مومن اگر اسلام کو برحق کہے تو وہ ہر لحاظ سے سچا ہے۔لیکن ایک یہودی اپنی یہودیت پر قائم رہتے ہوئے اس دین کو اگر برحق کہے تو بات اس کی سچی ہو گی مگر شہادت اس کی جھوٹی قرار دی جائے گی، کیونکہ وہ اپنے عقیدے کے خلاف شہادت دے رہا ہے۔اور اگر وہ اس دین کو باطل کہے، تو ہم کہیں گے کہ بات اس کی جھوٹی ہے، مگر شہادت وہ اپنے عقیدے کے مطابق سچی دے رہا ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

اور اس کے بعد ان کا یہ قول: **یقولون.....الاذل**(36:8)"

یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا"۔اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ اس حقیقت کو عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی نے کس طرح حقیقت کر کے پیش کیا اور کس طرح ذلیل آدمی عزت دار آدمی کی اجازت سے شہر میں داخل ہوا۔

ولله العزۃ ..... لا یعلمون (36 : 8) ”حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ اور مومنین کو اپنے ساتھ ایک صف میں شامل کرکے ان کو بھی معزز بنایا اور یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ اللہ اپنے رسول اور مومنین کو اپنے پہلو میں کھڑا کردے۔ اور کہے ”ہم ہیں معزز اور یہ ہیں ذلیل۔ اللہ نے بالکل سچ کہا، کہ اس نے قلب مومن میں ایمان کو عزت کے مساوی قرار دیا اور مومن کو عزت حاصل ہوئی اللہ کی عزت سے، ایسی جو نہ ہلکی ہوتی ہے، نہ اس میں سستی آتی ہے، نہ جھلکتی ہے، اور نہ نرم ہوتی ہے۔ اور یہ عزت نفس انسان مومن کو بہت ہی متزلزل حالات میں بھی، ایمان کے حوالے سے کمزور ہونے نہیں دیتی۔ اس طرح جب کسی کے دل میں ایمان اچھی طرح قرار پکڑ لیتا ہے اور پختہ ہو جاتا ہے تو اس شخص کے دل میں عزت بھی نہایت مضبوط اور جڑ پکڑ لیتی ہے۔

ولکن ..... لایعلمون (36 : 8) ”مگر منافق جانتے نہیں“۔ وہ کیا جانیں، انہوں نے نہ تو عزت نفس کا ذوق پایا اور نہ اس کے پاس اس کا سرچشمہ ہے۔

تفسیر تدبر القرآن

(اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون)(1)۔

(پختہ کار منافقین کا کردار)۔

ایک گروہ کے منافقانہ طرز عمل کی طرف اشارہ پچھلی سورۃ میں بھی ہوا ہے لیکن وہاں بات عام صیغہ سے درپردہ فرمائی گئی تھی، اس سورۃ میں پردہ بالکل اٹھا دیا گیا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس میں ان منافقین کا کردار زیر بحث ہے جو نفاق میں اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان سے کسی اصلاح کی توقع باقی نہیں رہی تھی چنانچہ ان کے بارے میں آگے

پیغمبر ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا بھی ہے کہ ان کے لیے تم مغفرت مانگو بھی تو اللہ ان کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے مقام میں یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تم ستر بار بھی انکے لیے مغفرت مانگو جب بھی اللہ ان کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔ فرمایا کہ یہ منافقین جب تمہارے پاس پیغمبر ﷺ کے پاس آتے ہیں تو قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ بھی قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ منافقین بالکل جھوٹے ہیں۔ ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ عربی میں نشھد اور واللہ یشھد کے الفاظ قسم کے مفہوم کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی منافقین قسمیں کھا کھا کر پیغمبر ﷺ کو اپنے مومن و مسلم ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ ان کو قسمیں کھانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آتی کہ ان کی پیہم غلطیوں نے ان کو اس قدر ساقط الاعتبار بنا دیا تھا کہ وہ خود بھی محسوس کرنے لگے تھے کہ جب تک قسم کھا کے وہ بابت نہیں کہیں گے کوئی اس کو باور نہیں کرے گا۔ جس آدمی کو اپنے عمل پر اعتماد ہوتا ہے وہ بے ضرورت قسم نہیں کھاتا لیکن جس کو اپنے عمل پر بھروسہ نہ ہو اس کا واحد سہارا قسم ہی ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زیادہ قسم کھانے والے کی صفت قرآن میں مھین آئی ہے اور پیغمبر ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ (ولا تطع کل حلاف مھین القلم : 68، 20) (اور تم زیادہ قسمیں کھانے والے ذلیل کی بات پر کان نہ دھرو)۔ (واللہ یعلم انك لرسوله واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون) یہ فقرہ غایت درجہ بلیغ اور بر محل ہے۔ فرمایا کہ جہاں تک تمہارے رسول ہونے کا تعلق ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ان کی شہادت کی محتاج نہیں ہے اللہ کو خوب علم ہے کہ تم اس کے رسول ہو لیکن اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنی اس شہادت میں جھوٹے ہیں۔

Ayat No 2

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

Ittakhazoo aymaanahum junnatan fasaddoo 'an sabeelil laah; innahum saaa'a maa kaanoo ya'maloon

(63 AlMunafiqun Verse 02 المنافقون ایت 02)

ترجمہ تفہیم القرآن

اِنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور اس طرح یہ اللہ کے راستے سے خود رُکتے اور دنیا کو روکتے ہیں۔ کیسی بُری حرکتیں ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔(2)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 2

یعنی اپنے مسلمان اور مومن ہونے کا یقین دلانے کے لیے جو قسمیں وہ کھاتے ہیں، ان سے وہ ڈھال کا کام لیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے غصے سے بچے رہیں اور ان کے ساتھ مسلمان وہ برتاؤ نہ کر سکیں جو کھلے کھلے دشمنوں سے کیا جاتا ہے۔ ان قسموں سے مراد وہ قسمیں بھی ہو سکتی ہیں جو وہ بالعموم اپنے ایمان کا یقین دلانے کے لیے کھایا کرتے تھے، اور وہ قسمیں بھی ہو سکتی ہیں جو اپنی کسی منافقانہ حرکت کے پکڑے جانے پر وہ کھاتے تھے تاکہ مسلمانوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ حرکت انہوں نے منافقت کی بنا پر نہیں کی تھی، اور وہ قسمیں بھی ہو سکتی ہیں جو عبداللہ بن ابی نے حضرت زید بن ارقم کی دی ہوئی خبر کو

جھٹلانے کے لیے کھائی تھیں۔ان سب احتمالات کے ساتھ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو قسم قرار دیا ہو کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"۔اس آخری احتمال کی بناپر فقہاء کے درمیان یہ بحث پیدا ہوئی ہے کہ کوئی شخص "میں شہادت دیتا ہوں" کے الفاظ کہہ کر کوئی بات بیان کرے تو آیا اسے قسم یا حلف (Oath) قرار دیا جائے گا یا نہیں۔امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب (امام زُفَر کے سوا) اور امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی اسے حلف (شرعی اصطلاح میں یمین) قرار دیتے ہیں۔امام زفر کہتے ہیں کہ یہ حلف نہیں ہے۔امام مالک سے دو قول مروی ہیں۔ایک یہ کہ وہ مطلقاً حلف ہے،اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس نے "شہادت دیتا ہوں" کے الفاظ کہتے وقت نیت یہ کی ہو کہ "خدا کی قسم میں شہادت دیتا ہوں"، یا "خدا کو گواہ کر کے میں شہادت دیتا ہوں" تو اس صورت میں یہ حلفیہ بیان ہو گا ورنہ نہیں۔امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کہنے والا یہ الفاظ بھی کہے کہ میں "خدا کو گواہ کر کے شہادت دیتا ہوں" تب بھی اس کا یہ بیان حلفیہ بیان نہ ہو گا،الا یہ الفاظ اس نے حلف اٹھانے کی نیت سے کہے ہوں (احکام القرآن للجصاص۔ احکام القرآن لابن العربی)۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 3

صد کا لفظ عربی زبان میں لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔اس لیے صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اللہ کے راستے سے خود رکتے ہیں،اور یہ بھی کہ وہ اس راستے سے دوسروں کو روکتے ہیں۔اسی لیے ہم نے ترجمہ میں دونوں معنی درج کر دیے ہیں۔پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہو گا کہ اپنی ان قسموں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے اندر اپنی جگہ محفوظ کر لینے کے بعد وہ اپنے لیے ایمان کے تقاضے پورے نہ کرنے اور خدا اور رسول کی اطاعت سے پہلو تہی کرنے کی آسانیاں پیدا کر لیتے ہیں۔دوسرے

معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اپنی ان جھوٹی قسموں کی آڑ میں وہ شکار کھیلتے ہیں، مسلمان بن کر مسلمانوں کی جماعت میں اندر سے رخنے ڈالتے ہیں، مسلمانوں کے اسرار سے واقف ہو کر دشمنوں کو ان کی خبریں پہنچاتے ہیں، اسلام سے غیر مسلموں کو بد گمان کرنے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شبہات اور وسوسے ڈالنے کے لیے وہ وہ حربے استعمال کرتے ہیں جو صرف ایک مسلمان بنا ہوا منافق ہی استعمال کر سکتا ہے، کھلا کھلا دشمن اسلام ان سے کام نہیں لے سکتا۔

تفسیر فی ظلال القرآن

اتخذو ..... جنة (36 : 2) ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ایمان کے بارے میں جب ذرا بھی شبہ پیدا ہوتا تو وہ قسمیں اٹھانا شروع کر دیتے۔ یہ اس وقت ہوتا جب معلوم ہوتا کہ انہوں نے فلاں فلاں سازش میں حصہ لیا۔ یا جب ان کی کوئی تنقید مسلمانوں تک پہنچ جاتی۔ جب بھی ان کی کوئی ایسی بات کھلتی وہ قسمیں شروع کر دیتے۔ یوں وہ اپنی صفائی بیان کر دیتے۔ اور اس ڈھال کے پیچھے اپنے آپ کو بچا لیتے، تاکہ آئندہ وہ اپنی سازشیں اور خفیہ تدابیر جاری رکھ سکیں اور ان میں جو بیوقوف تھے ان کو مزید دھوکہ دے سکیں۔

فصدوا ..... الله (36 : 2) ''اس طرح وہ اللہ کے راستے سے رکتے اور روکتے ہیں''۔ یعنی خود اپنے نفوس کو بھی روکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اور سچائی کے ساتھ یقین نہیں کرتے۔ اور اس سلسلے میں جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔

انھم ..... یعملون (36 : 2) ''یعنی بری حرکتیں ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں''۔ آخر جھوٹ، فریب اور گمراہ کرنے سے بڑھ کر اور کیا برائی ہو گی۔

تفسیر تدبر القرآن

(اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انھم ساء ما کانو یعملون2)۔

(قسم کو سپر بنانے والوں کا انجام)۔

لیکن انہوں نے تمہاری گرفت سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے کہ ان کی سازشوں اور شرارتوں کے سبب جو وہ اسلام کے خلاف برابر کر رہے ہیں۔ تمہیں ان کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو، وہ اسلام کے برابر مخلص سمجھے جاتے رہیں۔ سورۃ مجادلہ آیت 14 میں ان منافقین ہی کی یہ سازش بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے خدا کی مغضوب قوم یہود سے دوستی گانٹھ رکھی ہے۔ ایک طرف اپنی قسموں کے ذریعہ سے انہیں اطمینان دلا رکھا ہے کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کو بھی قسم کھا کر اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم تو آپ کے ساتھی ہیں۔ اس کے بعد معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ یہی آیت وہاں بھی آئی ہے۔ فرمایا ہے۔ (اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔) (المجادلۃ : 58، 16) (انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پس وہ اللہ کی راہ سے رک گئے اور ان کے لیے ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔) یعنی اس سپر کی آڑ میں وہ بزعم خود اپنے کو بہبود سے بھی محفوظ کیے ہوئے ہیں اور مسلمانوں سے بھی اور اس طرح انہوں نے اللہ کی راہ میں جو قدم اٹھایا تھا وہ روک لیا ہے لیکن یہ پناہ گاہ زیادہ عرصہ تک ان کی حفاظت نہ کر سکے گی بلکہ بہت جلد ان کو ایک ذلیل کرنے والے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (فصدوا عن سبیل اللہ لفظ صد) لازم اور تدی دونوں آتا

ہے۔ یہاں قرینہ دلیل کہ لازم کے مفہوم میں ہے۔ یعنی پہلے اسلام کی طرف انہوں نے قدم بڑھایا لیکن قسموں کی آڑ میں اب رک گئے۔ ان کے گمان یہ ہے کہ جب مجرد قسموں کے بل پر بھی اپنی اسلامیت کی دھونس جمائی جاسکتی ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دیا جاسکتا ہے تو اس سے آگے بڑھ کر اپنے لیے خطرات کو کیوں دعوت دی جائے۔ فرمایا کہ (انهم ساء ما كانو يعملون) وہ اس کو بڑی دانشمندانہ سیاست سمجھ رہے ہیں لیکن یہ دانشمندانہ سیاست نہیں بلکہ نہایت ہی احمقانہ چال ہے جس کے نہایت مہلک نتائج ان کے آگے آئیں گے۔

Ayat No 3

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٣

Zaalika bi annahum aamanoo summa kafaroo fatubi'a 'alaa quloobihim fahum laa yafqahoon

(63 AlMunafiqun Verse 03 المنافقون ایت 03)

ترجمہ تفہیم القرآن

یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے ایمان لا کر پھر کُفر کیا اس لیے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (3)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 4

اس آیت میں ایمان لانے سے مراد ایمان کا اقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہونا ہے۔ اور کفر کرنے سے مراد دل سے ایمان نہ لانا اور اسی کفر پر قائم رہنا ہے جس پر وہ اپنے ظاہری اقرار ایمان سے پہلے قائم تھے۔ کلام کا مدعا یہ ہے کہ جب انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر سیدھے سیدھے ایمان یا صاف صاف کفر کا طریقہ اختیار کرنے کے بجائے یہ منافقانہ روش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اور ان سے یہ توفیق سلب کر لی گئی کہ وہ ایک سچے اور بے لاگ اور شریف انسان کا سا رویہ اختیار کریں۔ اب ان کی سمجھ بوجھ کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے۔ ان کی اخلاقی حس مر چکی ہے۔ انہیں اس راہ پر چلتے ہوئے کبھی یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ شب و روز کا جھوٹ اور یہ ہر وقت کا مکر و فریب اور یہ قول و فعل کا دائمی تضاد، کیسی ذلیل حالت ہے جس میں انہوں نے اپنے آپ کو مبتلا کر لیا ہے۔ یہ آیت من جملہ ان آیات کے ہے جن میں اللہ کی طرف سے کسی کے دل پر مہر لگانے کا مطلب بالکل واضح طریقہ سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان منافقین کی یہ حالت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی اس لیے ایمان ان کے اندر اتر ہی نہ سکا اور وہ مجبوراً منافق بن کر رہ گئے۔ بلکہ اس نے ان کے دلوں پر یہ مہر اس وقت لگائی جب انہوں نے اظہار ایمان کرنے کے باوجود کفر پر قائم رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب ان سے مخلصانہ ایمان اور اس سے پیدا ہونے والے اخلاقی رویہ کی توفیق سلب کر لی گئی اور اس منافقت اور منافقانہ اخلاق ہی کی توفیق انہیں دے دی گئی جسے انہوں نے خود اپنے لیے پسند کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ یہ لوگ یہ کام کرتے ہیں؟ جھوٹی شہادت، جھوٹی قسمیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کا عمل نامشکور کیوں کرتے ہیں؟ یہ اس لئے کہ انہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا ہے۔ یعنی اسلام کو اچھی طرح جاننے اور دیکھنے کے بعد انہوں نے کفر پر چلنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

ذلك بانهم ..... يفقهون (36 : 3) ''یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا، اس لئے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، اب یہ کچھ نہیں سمجھتے''۔ انہوں نے اسلام کو اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ لیکن اعلان کرنے کے بعد انہوں نے دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کوئی سمجھ دار، باذوق اور زندہ دل انسان یہ نہیں کر سکتا ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائے۔ کون ایسا ہو سکتا ہے جو ذوق رکھتا ہو، معرفت رکھتا ہو۔ جو اس کائنات کے ایمانی تصور سے واقف ہو، جس نے ایمانی زندگی کا مزہ چکھا ہو، اور ایمان کی پاکیزہ فضا میں زندگی بسر کی ہو، ایمان کی روشنی میں سیدھی راہ چلا ہو، جو ایمان کے سایوں میں رہا ہو، اور پھر وہ کفر کی سیاہ رات اور کفر کی گرم اور جھلسا دینے والی فضاؤں میں جانا پسند کرے۔ یہ حرکت وہی شخص کر سکتا ہے جس کا ذوق نہ ہو، جس کا دل حسد سے بھرا ہوا ہو۔ جس کے اندر کوئی احساس و شعور نہ ہو اور جو سیاہ سفید میں تمیز نہ کر سکتا ہو۔

فطبع ..... يفقهون (36 : 3) ''اس لئے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے، اب یہ کچھ نہیں سمجھتے''۔ اس کے بعد ان کی ایک نہایت منفرد تصویر پیش کی جاتی ہے۔ اس تصویر کو دیکھ کر حقارت، نفرت پر بے اختیار ہنسی آتی ہے کہ یہ عجیب کندہ ناتراش ہیں۔ اندھے اور بہرے ہیں۔ بے عقل، خالی الدماغ، اندھے، بزدل، سخت بخیل اور حاسد بلکہ وہ کندہ ناتراش کی طرح ایک دیوار کے ساتھ چنے ہوئے ہیں۔

تفسیر تدبر القرآن

(ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون)(3)۔فرمایا کہ یہ راہ انہوں نے اس وجہ سے اختیار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔جس کے سبب سے وہ فکر سلیم کی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں۔اس مہر کے لگنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لی۔اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جن کو وہ ایک مرتبہ اسلام کی روشنی دکھا دیتا ہے اگر وہ اس کی قدر کرتے ہیں تو ان کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے اور اگر قدر نہیں کرتے بلکہ مڑ مڑ کر پیچھے ہی کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کی وہ روشنی بھی سلب ہو جاتی ہے اور ان کے دل پر مہر بھی کر دی جاتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ صحیح سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔یہود کے دلوں پر جو مہر لگی اس کے وجوہ اور اثرات کی تفصیل سورۃ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔اس پر ایک نظر ڈال لیجئے۔انہی لوگوں کے بارے میں حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ ان سے وہ بھی لے لیا جاتا ہے جو ان کے پاس ہوتا ہے۔

Ayat No 4

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ
كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ
الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴

Wa izaa ra aytahum tu'jibuka ajsaamuhum wa iny yaqooloo tasma' liqawlihim ka'annahum khushubum musannadah; yahsaboona kulla saihatin 'alaihim; humul 'aduwwu fahzarhum; qaatalahumul laahu annaa yu'fakoon

(63 *AlMunafiqun Verse* 04 المنافقون ایت 04)

ترجمہ تفہیم القرآن

اِنہیں دیکھو تو ان کے جُثّے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو اُن کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے تم کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چُن کر رکھ دیے گئے ہوں۔ ہر زور کی آواز کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکے دشمن ہیں، اِن سے بچ کر رہو، اللہ کی مار اِن پر، یہ کدھر اُلٹے پھرائے جارہے ہیں۔(4)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 5

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بڑے ڈیل ڈول کا، تندرست، خوش شکل اور چرب زبان آدمی تھا۔ اور یہی شان اس کے بہت سے ساتھیوں کی تھی۔ یہ سب مدینہ کے رئیس لوگ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے تو دیواروں سے تکیے لگا کر بیٹھتے اور بڑی لچھے دار باتیں کرتے۔ ان کے جُثّے بشرے کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر کوئی یہ گمان تک نہ کر سکتا تھا کہ بستی کے یہ معززین اپنے کردار کے لحاظ سے اتنے ذلیل ہوں گے۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 6

یعنی یہ جو دیواروں کے ساتھ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں، یہ انسان نہیں ہیں بلکہ لکڑی کے کندے ہیں۔ ان کو لکڑی سے تشبیہ دے کر یہ بتایا گیا کہ یہ اخلاق کی روح سے خالی ہیں جو اصل جوہر انسانیت ہے۔ پھر انہیں دیوار سے لگے ہوئے کندوں سے تشبیہ دے کر یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ بالکل ناکارہ ہیں۔ کیونکہ لکڑی بھی اگر کوئی فائدہ دیتی ہے تو اس وقت جب کہ وہ کسی چھت میں، یا کسی دروازے میں یا کسی فرنیچر میں لگ کر

استعمال ہو رہی ہو۔ دیوار سے لگا کر کندے کی شکل میں جو لکڑی رکھ دی گئی ہو وہ کوئی فائدہ بھی نہیں دیتی۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن7

اس مختصر سے فقرے میں ان کے مجرم ضمیر کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ چونکہ وہ اپنے دلوں میں خوب جانتے تھے کہ وہ ایمان کے ظاہر پردے کی آڑ میں منافقت کا کیا کھیل کھیل رہے ہیں، اس لیے انہیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کب ان کے جرائم کا راز فاش ہو، یا ان کی حرکتوں پر اہل ایمان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور ان کی خبر لے ڈالی جائے۔ بستی میں کسی طرف سے بھی کوئی زور کی آواز آتی یا کہیں کوئی شور بلند ہوتا تھا تو وہ سہم جاتے اور یہ خیال کرتے تھے کہ آ گئی ہماری شامت۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن8 دوسرے الفاظ میں کھلے دشمنوں کی بہ نسبت یہ چھپے ہوئے دشمن زیادہ خطرناک ہیں۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن9 یعنی ان کے ظاہر سے دھوکا نہ کھاؤ۔ ہر وقت خیال رکھو کہ یہ کسی وقت بھی دغا دے سکتے ہیں۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن10

یہ بد دعا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں اس فیصلے کا اعلان ہے کہ وہ اس کی مار کے مستحق ہو چکے ہیں، ان پر اس کی مار پڑ کر رہے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے لغوی معنی میں استعمال نہ فرمائے ہوں بلکہ عربی محاورے کے مطابق لعنت اور پھٹکار اور مذمت کے لیے استعمال کیے ہوں، جیسے اردو میں ہم کسی کی برائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ستیاناس اس کا، کیسا خبیث آدمی

ہے۔اس لفظ ستیاناس سے مقصود اس کی خیانت کی شدت ظاہر کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس کے حق میں بد دعا کرنا۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 11

یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کو ایمان سے نفاق کی طرف الٹا پھرانے والا کون ہے۔اس کی تصریح نہ کرنے سے خود بخود یہ مطلب نکلتا ہے کہ ان کی اس اوندھی چال کا کوئی ایک محرک نہیں ہے بلکہ بہت سے محرکات اس میں کار فرما ہیں۔ شیطان ہے۔ برے دوست ہیں۔ان کے اپنے نفس کی اغراض ہیں۔کسی کی بیوی اس کی محرک ہے۔کسی کے بچے اس کے محرک ہیں۔کسی کی برادری کے اشرار اس کے محرک ہیں۔کسی کو حسد اور بغض اور تکبر نے اس راہ پر ہانک دیا ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

واذا ..... یوفکون (36 : 4) ”انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے ہو مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیئے گئے ہوں۔ہر زور کی آواز کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔یہ پکے دشمن ہیں،ان سے بچ کر رہو،اللہ کی مار ان پر، یہ کدھر الٹے پھرائے جارہے ہیں“۔یہ اس طرح ہیں جس طرح مضحکہ خیز حثے ہوتے ہیں۔ انسان معلوم ہی نہیں ہوتے۔جب یہ خاموش ہوتے ہیں تو کندہ ناتراش نظر آتے ہیں اور جب یہ بولتے ہیں تو ان کے الفاظ ہر قسم کے مفہوم،احساس،اثر یا حقیقت سے خالی ہوتے ہیں، تم ان کی بات سنتے ہو، یوں نظر آتے ہیں کہ گویا لکڑیاں ہیں جن کو دیوار کے سہارے سے کھڑا کر دیا گیا ہے (یعنی یہ بے جان ہیں اور ماسوائے آواز کے ان میں زندگی کی کوئی علامت نہیں)۔ایک طرف تو وہ ایسے جامد، نافہم اور

بے روح ہیں اور دوسری طرف سے یہ اسی قدر چوکنے ہیں اور ڈرپوک ہیں اور ہر وقت کانپتے ہی رہتے ہیں اور انہیں ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔

یحسبون ..... علیھم (36 : 4) ''ہر زور کی آواز یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں''۔ ان کو تو علم ہے کہ وہ منافق ہیں۔ اور ان کے اوپر نفاق کا مہین پردہ پڑا ہوا ہے، جو چالاکی، قسموں اور احتیاطوں کی وجہ سے ابھی تک فاش نہیں ہوا۔ ہر وقت وہ سہمے رہتے ہیں کہ یہ پردہ چاک ہی نہ ہو جائے اور راز فاش ہی نہ ہو جائے۔ تصویر ایسی کھینچی گئی ہے کہ ہر وقت ادھر ادھر دیکھتے رہتے ہیں۔ ہر حرکت، ہر آواز اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر حرکت ان پر وار ہے، اور ہر آواز ان کی پکار ہے۔ یہ عجیب تصویر ہے ان کی اگر معاملہ فہم وادراک کا ہو، تو وہ لکڑی کے بت ہیں۔ کوئی سمجھ، کوئی روح، کوئی شعور اور ایمان کا اثر ان پر نہیں ہے۔ اور اگر معاملہ ثابت قدمی اور خوف کا ہو تو وہ اس باریک ٹہنی کی طرح ہیں جو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ جھلکتی رہتی ہے۔ ہر وقت کپکپاتی رہتی ہے۔ اور اپنی ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ کے دشمن نمبر ایک ہیں۔

ھم العدو فاحذرھم (36 : 4) ''یہ پکے دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو''۔ یہ اسلامی محاذ کے اندر گھسے ہوئے خفیہ دشمن ہیں۔ اسلامی صفوں کے اندر ہیں، اس لئے یہ خارجی دشمنوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ **فاحذرھم** (36 : 4) ''ان سے بچ کر رہو''۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضور اکرم ﷺ کو حکم نہیں دیا گیا کہ ان کو قتل کرو، ان کو دوسرے انداز سے پکڑنا مطلوب تھا۔ اور اس میں حکمت، یقین، رواداری کے ساتھ ان کی سازشوں سے بچنا مطلوب تھا۔ (اس کا ایک نمونہ ابھی آرہا ہے)

قتلھم ..... یوفکون (36 : 4) ”اللہ کی مار ان پر یہ کدھر الٹے پھرائے جارہے ہیں“۔ یہ جہاں بھی جائیں اللہ ہی ان کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔ اور اللہ جس کے خلاف دعا کرے، تو یہ حکم تصور ہوتا ہے کہ گویا فیصلہ ہو گیا کہ یہ ختم ہو گئے، قتل ہو گئے۔ اور یہی ہوا پہلے مدینہ اور پھر جزیرۃ العرب میں۔ مزید بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی اندرونی حالت کیا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف خفیہ طور پر کیا سازشیں کرتے ہیں اور آپ کے سامنے کس طرح جھوٹ بولتے ہیں ان کی اہم صفات یہ ہیں:

تفسیر تدبر القرآن

(واذا رایتھم تعجبك جسامھم وان یقولو تسمع لقولھم کانھم خشت مسندۃ یحسبون کل صحیۃ علیھم ھم العدو ناحذرھم قتلھم اللہ انی یوفکون)(4)۔

(منافقین کے ظاہر اور باطن کی تصویر)۔

یہ ان منافقین کی تصویر ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ چند چھوٹے چھوٹے جملوں میں ان کے ظاہر اور باطن دونوں کی اس طرح تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ کوئی پہلو بھی مخفی نہیں رہ گیا ہے۔ اوپر کے دو فقروں میں ان کے ظاہر کی تصویر ہے۔ بعد کے دو فقروں میں ان کے باطن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پھر پیغمبر ﷺ کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید اور ساتھ ہی ان کی حالت پر اظہار افسوس ہے۔ (واذا رایتھم تعجبك اجسامھم) فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے پلے ہوئے جسم اور ان کی پالش کی ہوئی شکلیں تمہیں دل کش معلوم ہوتی ہیں۔ یہ امر واضح رہے کہ ان منافقین کے مالی حالات اچھے تھے۔ اول تو انہوں نے حرام و حلال ہر راستہ سے، دولت اکٹھی کر رکھی تھی۔ دوسرے یہ انتہاء درجہ کے بخیل تھے، اپنے ذاتی آرام و عیش کے سوا کسی دوسرے دینی و اجتماعی کام پر کوڑی بھی خرچ کرنے کے

روادار نہ تھے۔ ان کی اس رفاہیت کا اثر ان کے جسموں اور ان کی شکلوں میں نمایاں تھا۔ ان کا سردار مشہور منافق عبد اللہ بن ابی بڑا دولت مند تھا۔ اس کے جتھے کے دوسرے آدمی بھی خوش حال تھے۔ (وان یقولوا تسمع لقولھم) یعنی یہ بڑے چرب زبان بھی ہیں۔ جب باتیں کرتے ہیں تو اسلام کی حمیت وحمایت میں اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ مخاطب کا دل موہ لیتے ہیں اور وہ ان کی باتیں سننے لگتا ہے۔ اوپر ذکر آیا ہے کہ یہ لوگ اللہ ورسول کو اپنی وفاداری کا یقین اپنی قسموں اور جادو بیانی سے دلاتے ہیں۔ سورۃ محمد میں ان کی یہ خصوصیت بھی بیان ہوئی ہے کہ یہ زبان سے جوش جہاد کا اظہار بہت کرتے ہیں لیکن جب جہاد کا حکم دے دیا گیا تو چھپنے لگے۔ ان منافقین کو چونکہ اندازہ تھا کہ ان کی بزدلی پیغمبر ﷺ پر بھی ظاہر ہے اور عام مسلمانوں پر بھی اس وجہ سے جب بھی یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کوشش کرتے کہ اپنے زور خطابت سے حضور ﷺ کو یہ باور کرادیں کہ وہ اسلام کے فدائی اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کردینے والے ہیں۔ حضور ﷺ اگرچہ زبان کے ان غازیوں سے اچھی طرح واقف تھے لیکن کریم النفسی کے سبب سے آپ ﷺ ان کی باتیں سن لیتے جن سے ان کو اطمینان ہو جاتا کہ ان کی جادو بیانی کار گر ہو گئی۔ (کانھم خشب مسندۃ) یہ انکے باطن پر عکس ڈالا گیا ہے کہ ہر چند ان کے جسم اور ان کی شکلیں دل کشی ہیں لیکن ان کے جسموں کے اندر جو دل ہیں وہ مردہ ہیں۔ ان پر جیسا کہ اوپر والی آیت میں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے۔ اس روحانی اور قلبی موت کے سبب سے تمہاری مجلس میں ان کی مثال بالکل ایسی ہوتی ہے کہ گویا لکڑی کے کھوکھلے کندے ہوں جنہیں لباس پہنا کر دیواروں سے ٹیک لگادی گئی ہو۔ (یحسبون کل صیحہ علیھم صیحۃ) کے لغوی معنی تو چیخ کے ہیں لیکن یہ خطرہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں اسی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ لوگ اپنی طاقت لسانی سے تمہیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ بڑے بہادر اور اسلام کی راہ میں ہر قربانی

کے لیے تیار ہیں لیکن یہ پرلے سرے کے بزول ہیں۔ کہیں بھی کوئی خطرہ نمودار ہو یہ اپنی بزدلی کے سبب سے خیال کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ بجلی انہی پر گرنے والی ہے۔ جن کی بزدلی کا یہ خیال ہے ان سے اس وقت کیا توقع کی جاسکتی ہے جب فی الواقع انہیں کسی حقیقی خطرے کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ (ھم العدوناحذرھم) یعنی یہ تو اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے تمہاری نظروں میں دوسروں کو مشکوک بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اسلام کے اصلی دشمن در حقیقت یہی ہیں۔ ان سے ہر وقت چوکنے رہو۔ یہ بات یہاں ملحوظ رہے کہ ان منافقین کی ایک چال یہ بھی تھی کہ یہ جن جرائم کا ارتکاب خود کرتے ان کا الزام دوسرے بے گناہ مسلمانوں کے سر تھوپتے تاکہ حضور ﷺ کے سامنے یہ بے گناہ بنے رہیں۔ (قتلھم اللہ انی یونکون)۔ یہ ان کی زجر و ملامت بھی ہے اور ان کے حال پر اظہار افسوس بھی۔ فرمایا کہ اللہ ان کو غارت کرے! یہ کس طرح اوندھے کر دیئے گئے ہیں کہ ان کا ہر قدم الٹا ہی پڑ رہا ہے! ان منافقین کے اس کردار کی تصویر قرآن میں جگہ جگہ کھینچی گئی ہے۔ ہم بخیال اختصار صرف ایک مثال سورۃ بقرہ سے پیش کرتے ہیں۔ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۔ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔) (البقرۃ، 3، 204، 206) اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی کے باب میں تمہیں دل کش لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے حال پر اللہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب وہ تمہارے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں اس لیے ہوتی ہے کہ اس میں فساد برپا کریں اور مال و جان کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب ان کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو عزت کا خیال ان کو گناہ میں گرفتار کر لیتا ہے تو ان کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ نہایت برا ٹھکانہ ہے۔)

Ayat No 5

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ لَوَّوۡا
رُءُوۡسَهُمۡ وَرَاَيۡتَهُمۡ يَصُدُّوۡنَ وَهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝۵

Wa izaa qeela lahum ta'aalaw yastaghfir lakum rasoolul laahi lawwaw ru'oo sahum wa ra aytahum yasuddoona wa hum mustakbiroon

(05 المنافقون ایت 05 AlMunafiqun Verse 05 63)

ترجمہ تفہیم القرآن

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول ﷺ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے، تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رُکتے ہیں۔(5)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 12

یعنی صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس استغفار کے لیے آئیں، بلکہ یہ بات سن کر غرور اور تمکنت کے ساتھ سر کو جھٹکا دیتے ہیں اور رسول کے پاس آنے اور معافی طلب کرنے کو اپنی توہین سمجھ کر اپنی جگہ جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ ان کے مومن نہ ہونے کی کھلی علامت ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

سلف صالحین میں بیشمار لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ آیات عبدالھل ابن ابی ابن سلول کے بارے میں ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے غزوہ بنی المصطلق کے ذیل میں اس کی تفصیلات دی ہیں۔ یہ کواقعہ بنی المصطلق کے پانی کے چشمے المریسیع پر سن 6 ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پانی پر نزول فرمایا تھا، غزوہ

کے واقعات کے بعد واقعہ یوں ہوا کہ لوگ پانی بھرنے کے لئے اس پانی پر جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک شخص ملازم تھا جو بنی غفار قبیلے کا تھا اور اس کا نام ججا ابن مسعود تھا۔ یہ آپ کے گھوڑے کو چلاتا تھا۔ یہ ججا اور ایک دوسرے شخص سنان ابن وبر الجہنی بنی عون ابن الخزرج کا حلیف ایک دوسرے سے آگے ہونے کی وجہ سے پانی پر لڑ پڑے۔ جہنی نے آواز دی ''اے قوم انصار''۔ اور ججاہ نے آواز دی ''اے مہاجرین''۔ اس پر عبداللہ ابن ابی ابن سلول سخت غصے میں آ گیا۔ اس وقت اس کی قوم کے کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت زید بن رقم ایک نوجوان لڑکے بھی تھے۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے کہا اچھا، یہاں تک بات پہنچ گئی، اب یہ لوگ ہمارے علاقے میں زیادہ ہو کر ہمیں یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم قریش کے ان گرے پڑے لوگوں اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کہا: کتے کو پالو کہ وہ تمہیں کاٹے، خدا کی قسم اگر ہم مدینہ گئے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت دار ہو گا وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس کے بعد اس نے حاضرین مجلس سے خطاب کر کے کہا۔ یہ تو کام تو تم نے اپنے ساتھ خود کیا ہے۔ تم نے ان کو اپنے علاقے میں آنے دیا۔ تم نے ان کے ساتھ اپنے مال تقسیم کیے۔ خدا کی قسم اگر تم نے ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے ہوتے تو وہ دوسرے علاقوں کا رخ کرتے۔ یہ باتیں زید ابن ارقم نے سن لیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور یہ پوری باتیں آپ کو سنائیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ رسول اللہ اپنے دشمنوں سے فارغ ہو گئے تھے۔ جب حضور کے سامنے یہ بات کی گئی تو حضرت عمرؓ موجود تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا حضور عباد ابن بشر کو حکم دیں کہ اسے قتل کر دے۔ اس پر حضور نے فرمایا: ''عمر اس پر تو لوگ یہ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے لگا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ فوراً کوچ کا اعلان کر دو''۔ یہ ایسا وقت تھا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کبھی سفر نہ فرماتے تھے۔ لوگ نکل پڑے۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول حضور اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ یہ اس وقت جب

اسے معلوم ہو گیا کہ زید ابن ارقم نے پوری بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچادی ہے۔اس نے قسم اٹھائی کہ نہ میں نے یہ بات کی ہے اور نہ اس بارے میں کوئی لفظ کہا ہے۔ یہ عبداللہ ابن ابی اپنی قوم میں بڑا معزز اور ذی مرتبہ تھا۔اس کے ساتھ جو صحابہ کرام انصار سے آئے تھے۔

انہوں نے کہا رسول خدا ﷺ ممکن ہے یہ لڑکا بات کو پوری طرح نہ سمجھا ہو، یا وہم سے اس نے ایک بات سے کچھ اور سمجھا ہو۔اور بات اسے پوری طرح یاد نہ رہی ہو۔ یہ لوگ عبداللہ ابن ابی ابن سلول پہ مہربان تھے اور اس کے طرفدار تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضور نے کوچ کیا اور چل پڑے تو اسید ابن حضیر آئے اور رسول اللہ ﷺ کو نبوت کا سلام کیا، اور پھر کہا اللہ کے نبی ﷺ آپ تو ایک ایسے وقت میں کوچ کر رہے ہیں جو ایک نیا وقت ہے۔ایسے اوقات میں آپ نے کبھی کوچ کا حکم نہیں دیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے سنا نہیں کہ تمہارے ساتھی نے کیا کہا۔ تو انہوں نے کہا ''حضور وہ کون ساتھی ہے تو آپ نے فرمایا (عبداللہ ابن ابی)۔ تو انہوں نے کہا اس نے کیا کہا ہے ؟ تو حضور نے فرمایا کہ ''اس کا خیال ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت دار آدمی ذلیل لوگوں کو نکال دے''۔ تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تو پھر آپ اسے مدینہ سے نکال دیں گے۔ اگر آپ چاہیں گے۔ خدا کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ ﷺ معزز ہیں۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ نرمی فرمائیں، خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہمارے پاس بھیجا ہے اور اس کی قوم اس کے لئے موتی تلاش کر رہی تھی کہ ان سے تاج بنا کر اسے پہنادے۔اس کا خیال یہ ہے کہ آپ نے اس سے ایک مملکت چھین لی ہے۔اس کے بعد حضور ﷺ اس دن پورا دن لوگوں کو لے کر چلے، شام ہو گئی، پھر ساری رات چلے کہ صبح ہو گئی، اور دوسرے دن بھی سورج نکل آیا اور وہ ان کو اذیت دینے لگا۔اس کے بعد حضور نے حکم دیا کہ پڑاؤ کرو۔ جونہی لوگ اتر کر زمین پر پڑے سو گئے اور حضور ﷺ نے یہ کام

اس لئے کیا کہ لوگوں کو کل کی بات پر کوئی چہ میگوئی کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ابن اسحاق کہتے ہیں اس وقت سورۃ منافقون نازل ہوئی۔ یہ ابن ابی کے بارے میں نازل ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں جو اس جیسے تھے۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے زید ابن ارقم کو کان سے پکڑا۔ ''یہ شخص ہے جس نے اللہ کے لئے اپنے کانوں سے کام کیا''۔اور عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو پتہ چل گیا کہ اس کے والد نے کیا کیا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم ابن عمر ابن قتادہ نے بتایا کہ یہ عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ..... مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ ابن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ لازماً یہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ مجھے حکم دیں میں اس کا سر لا کر حاضر کردوں گا۔ کیونکہ خزرج کو معلوم ہے کہ اپنے والد کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا میرے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔ مجھے یہ خطرہ ہے کہ آپ کسی اور کو حکم دیں گے وہ میرے والد کو قتل کردے۔ میرا نفس مجھے اجازت نہ دے گا کہ عبداللہ ابن ابی کا قاتل مدینہ میں لوگوں کے اندر پھرے اور میں مجبور ہو جاؤں کہ ایک کافر کے بدلے مومن کو قتل کردوں اور ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جاؤں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور اس کی ملاقات بھی اچھے طریقے سے کریں گے جب تک وہ ہمارے اندر زندہ ہے''۔اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد جب بھی وہ کوئی ایسی حرکت کرتا، اس کی قوم اس پر اس کی سخت گرفت کرتی۔ اسے پکڑتے اور اس کے ساتھ لوگ سختی کرتے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس کی قوم اس سے نفرت کرنے لگی ہے۔ ''عمرؓ تمہاری اب کیا رائے ہے؟ کہ جس دن تم نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اسے قتل کردوں، اگر میں اسے اس دن قتل کر دیتا تو اس کی وجہ سے شورش پیدا ہو جاتی اور آج اگر میں خود اس کے قبیلے کو حکم دوں تو وہ اسے قتل کر دیں''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے اب

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے میری رائے سے بہت زیادہ برکت والی ہے۔ عکرمہ اور ابن زید وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے کہ لوگ جب واپس مدینہ پہنچے تو حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن السلولؓ مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے تلوار نکال لی، لوگ اس کے پاس سے گزرتے رہے، جب اس کے والد رئیس المنافقین آئے تو انہوں نے باپ سے کہا: ''پیچھے کھڑے ہو جاؤ''۔ خدا کی قسم، تم اس جگہ سے ادھر نہیں آ سکتے۔ جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ معزز ہیں۔ اور تم ذلیل ہو، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ اس وقت قافلے کے ''ساقہ'' کے طور پر آ رہے تھے (ساقہ قافلے کے پیچھے چلنے والا افسر جو دیکھے کہ کسی نے راہ گم کر دیا ہو یا کوئی ضرورت مند ہو گیا ہو) تو رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے حضور ﷺ سے اپنے بیٹے کی شکایت کی تو عبداللہؓ نے کہا حضور یہ اس وقت تک شہر کے اندر نہیں جا سکتا جب تک آپ اجازت نہ دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اجازت دی۔ اور بیٹے سے کہا: اب جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی ہے تو آپ جا سکتے ہیں''۔ یہاں آ کر ہم کبھی ان واقعات کو دیکھتے ہیں، کبھی صحابہ کرام کو دیکھتے ہیں اور کبھی نصوص قرآنی کو دیکھتے ہیں، یوں ہم نبی ﷺ کی سیرت، اللہ تعالیٰ کے نظام تربیت اور اللہ کے دست قدرت اور نظام قضا و قدر کو دیکھتے ہیں۔ تو حیران رہ جاتے ہیں.... مسلمانوں کی صفوں کے اندر منافقین نہایت دور تک گھسے ہوئے ہیں۔ یہ منافق تقریباً دس سال سے یہاں رہ رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کو چن کر اپنی صفوں سے نکالتے نہیں ہیں اور ان منافقین کے ناموں اور اشخاص کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو صرف اپنی وفات سے چند ایام قبل ہی اطلاع دیتا ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ ان کی چاپلوسی، چالاکی اور عیاری کی وجہ سے انہیں خوب جانتے تھے۔ اسی طرح دوسری علامات کی وجہ سے بھی کہ جب کوئی بات ہوتی ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ اور اللہ نے یہ

حکم اس لئے دیا کہ اللہ کسی شخص کے دل کو کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں دیتا۔ دلوں کا مالک صرف اللہ ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جو دلوں کے بھیدوں پر محاسبہ کر سکتا ہے۔ لوگوں کا تعلق لوگوں کے ساتھ ظاہری اقرار اور حالات پر ہوگا۔ اور محض شک کی بناپر کسی کو پکڑا نہ جائے گا بلکہ شک کی بناپر چھوڑا جائے گا۔ محض عقل کی بنیاد پر کسی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ جب اللہ نے رسول کو اطلاع دے دی کہ آخر تک بعض لوگ نفاق پر قائم ہیں اور نام بھی بتادیئے تب بھی حضور ﷺ نے ان کو جماعت سے نہ نکالا۔ جب تک کہ وہ اسلام کا اقرار کرتے اور اسلامی فرائض وواجبات ادا کرتے رہے اور حضور ﷺ نے صرف حذیفہ ابن الیمانؓ کو اطلاع دی تھی اور انہوں نے مسلمانوں کے اندر اس راز کو نہیں پھیلایا۔ یہاں تک کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت عذیفہ کے پاس آتے تھے اور اپنے بارے میں ان سے اطمینان حاصل کرتے کہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تو منافقین میں شمار نہیں کیا۔ تو حضرت حذیفہ فرماتے، عمرؓ تم ان میں سے نہیں ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے۔ یوں معلوم ہو جاتا کہ یہ منافق ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو حضرت حذیفہؓ ان لوگوں کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کسی نماز جنازہ میں نہ جاتے تھے، جن میں حضرت حذیفہ نہ گئے ہوں۔ جب وہ دیکھتے کہ حضرت حذیفہ موجود ہیں تو معلوم کر لیتے کہ منافقین میں سے نہیں ہے۔ اور اگر حذیفہ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ نماز نہ پڑھتے لیکن منہ سے کچھ نہ کہتے۔ اس طرح یہ واقعات آگے بڑھتے رہے، اللہ کی تقدیر اور حکمت کے مطابق۔ اللہ کی مقرر کردہ حکمتوں اور مقاصد کے حصول کے لئے تربیت، عبرت اور

اخلاقی اور تنظیمی تربیت کی خاطر.... یہ واقعہ جس کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں، اس کے اندر کس قدر عبرتیں ہیں؟ ذرا عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو دیکھیں۔ یہ مسلمانوں کے اندر رہ رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے قریب رہتا ہے۔ اس دین کی حقانیت کے واقعات و احادیث اور نشانات و علامات اس کے ماحول میں، اس کے سامنے پے در پے ظاہر ہو رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسے توفیق ایمان نہیں دے رہا ہے۔ کیونکہ اللہ کے نظام قضا و قدر میں اس طرح لکھا ہی نہ گیا تھا۔ اثر آفرینی اور ضو پاشی کا یہ سیلاب اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوا، اس لئے کہ اس کے دل میں اس دین کی دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یوں کہ وہ اوس اور خزرج کا بادشاہ نہ بن سکا۔ اس نے یہ کھیل تیار کر لیا تھا، مگر اسلام اور حضور اکرم ﷺ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ کھیل خراب ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ہدایت قبول نہ کی۔ حالانکہ ہدایت کے دلائل ہر طرف سے آ رہے تھے۔ اور اسلام میں ہر طرف وسعت ہو رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف ان کے بیٹے ہیں، ان کا نام بھی حضرت عبداللہؓ ہے۔ یہ ایک مسلم اور مخلص مسلم کا بلند ترین نمونہ ہیں۔ یہ باپ ان کے لئے مصیبت ہے، یہ باپ کے کارناموں سے تنگ آ چکے ہیں۔ باپ جو موقف اختیار کرتا ہے، وہ ان کے لئے شرمندگی کا سبب ہے۔ لیکن باپ جو بھی کرے وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے سعادت مند بیٹے ہیں۔

یہ سنتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو شاید اس شخص کو اب قتل ہی کرا دیں۔ ان کے دل میں جذبات اور رد عمل کا واضح طوفان اٹھتا ہے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان کا اظہار صاف صاف کر دیتے ہیں۔ وہ اسلام سے محبت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مطیع فرمان بھی ہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے باپ ہی کے خلاف حکم دیں تو میں تعمیل کروں گا۔ لیکن وہ اس بات کو

برداشت نہیں کرتے کہ کوئی اور آگے بڑھے اور ان کے باپ کی گردن اڑادے۔ وہ زمین کے اوپر زندہ پھرے اور لوگ انہیں دیکھیں۔ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ شاید میرا نفس اس منظر کو برداشت نہ کر سکے۔ شیطان مجھے بدلہ لینے پر مجبور کردے۔ تو وہ حضور ﷺ کے سامنے اپنے یہ خلجانات پیش کرکے مسئلے کے حل کی درخواست کرتے ہیں۔ اور خود ہی تجویز پیش کرتے ہیں کہ اگر آپ نے لازماً یہ کام کرنا ہی ہے تو مجھے حکم دیں۔ میں اس کا سر آپ کے سامنے پیش کردوں گا تاکہ کوئی غیر اس کام کو نہ کرے اور میں اپنے کافر والد کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کردوں اور جہنم رسید ہو جاؤں۔ انسانی فکر و خیال کو جس میدان میں بھی جولانی دی جائے، اور جس پہلو سے بھی اس واقعہ پر نظر دوڑائی جائے اس میں حسن و جمال ہی نظر آتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں ایمان کس قدر خوبصورت نظر آتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ تجویز رکھتا ہے کہ دنیا کا مشکل ترین کام یعنی خود اپنے باپ کے قتل کا حکم مجھے دیجئے۔ اور یہ ڈیوٹی وہ صداقت سے لے رہا ہے۔ اور نور ایمان اور حکمت ایمانی کا جمال دیکھئے کہ اس پیشکش کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو کسی حکمت سے اس سے بھی بڑی مصیبت سے بچاتا ہے۔ یہ کہ وہ انسانی جذبات سے مغلوب ہو کر ایک کافر باپ کے بدلے مومن کو قتل کردے اور وہ مومن کو جنت میں پائے اور اپنے آپ کو دوزخ میں۔ اور اسی مومن کی صداقت اور سچائی دیکھئے کہ وہ اپنی کمزوری کا بھی صاف صاف اظہار کرتا ہے اور وہ کہتا ہے ”خدا کی قسم خزرج کو معلوم ہے کہ میرے مقابلے میں والد کے بارے میں احسان کرنے والا جوان نہیں ہے“۔ چناچہ وہ حضور اکرم ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں اس مشکل سے نکالا جائے۔ یہ مومن اپنے کیس کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ نہ حکم عدولی ہوتی ہے اور نہ آپ کی دل شکنی ہوتی ہے۔ کیونکہ حکم رسول کو ماننے کے لئے وہ تیار ہیں۔ اشارے کی ضرورت ہے۔ بشرطیکہ حضور حکم دیں اور وہ والد کا سر پیش کردیں۔ رسول اللہ ﷺ معلوم کر لیتے ہیں

کہ یہ سچا مومن کس قدر مشکل صورت حال میں پھنس گیا ہے حضور ﷺ نہایت ہی شریفانہ انداز میں ان کی ہر مشکل دور فرمادیتے ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ''ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور اس کے ساتھ محفل میں اچھا سلوک کریں گے جب تک کہ وہ زندہ ہے''۔ اور اس سے قبل جب حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی تجویز پیش کی تو آپ نے ان کی تجویز یہ کہہ کر رد کردی کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ پھر اس واقعہ میں حضرت نبی ﷺ کے جو تصرفات واقدامات ہیں وہ بھی قابل ملاحظہ اور قابل تقلید ہیں۔ آپ ایک ایسے قائد کی طرح کام کرتے نظر آتے جو الہام کی روشنی میں کام کرتا ہے۔ آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ کوچ کرو، حالانکہ آپ کی ایسے اوقات میں کوچ کرنے کی عادت نہتھی۔ اور آپ نے اس سفر کو اس قدر طویل وقت کے لئے جاری رکھا کہ لوگ تھک کر چور ہوگئے تاکہ لوگوں کے اندر عصبیت جاہلیہ کے جذبات پھیلائے جانے کا کوئی موقعہ ہی کسی کو نہ ملے۔ کیونکہ دو افراد نے اپنی جنگ میں عصبیت کا سہارا لیا تھا۔ ایک نے کہا اے انصاریو!، دوسرے نے کہا اے مہاجرو! اور پھر اس موقعہ پر رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول جو فتنہ انگیزی کرنا چاہتا تھا اسے بھی حضور ﷺ نے دبا دیا۔ اس کی اسکیم یہ تھی کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان جو اخوت اور محبت ہے، اس کو جلا کر رکھ دے۔ حالانکہ یہ اخوت و محبت کا وہ نادر نمونہ تھا جس کی مثال انسان کی ہزاروں سالوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے بعد اسید ابن حضیر کے ساتھ حضور کی گفتگو اور اس کے اندر پائی جانے والی روحانی تیاری، جو اس فتنے کے مقابلے میں حضور ﷺ فرمارہے تھے اور پھر اس فتنے کے سرغنے کو پکڑنے کا جوش جبکہ وہ اپنی قوم میں اب تک بھی بااثر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے آخر میں رجل مومن عبداللہ ابن عبداللہ کا کردار نہایت ہی روشن اور خوبصورت ہے کہ وہ مدینہ

کے باہر تلوار لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے باپ کو شہر کے اندر داخل نہیں ہونے دیتے، جب تک حضور اکرم ﷺ اجازت نہ دیں۔ اور یہ ہے مظاہر ہو اس بات کا کہ۔

لیخرجن ..... الاذل (36 : 8) ''اس معزز شخص ذلیل شخص کو نکال باہر کرے گا''۔ اور اس پر بھی رجل مومن نے یہ کام اس لئے کیا کہ لوگ جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت دار ہیں اور ان کا باپ ذلیل ہے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اس ذلیل شخص کو داخلے کی اجازت ہوتی ہے۔ اور سائنسی تجربہ بتا دیتا ہے کہ عزیز کون ہے اور ذلیل کون ؟ اسی واقعہ میں اور اسی وقت میں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بلند ترین چوٹی ہے جہاں تک یہ مومنین پہنچ چکے تھے۔ ایمان نے ان کو ان مقامات بلند اور مراتب بلند تک پہنچا دیا تھا لیکن وہ تھے انسان۔ ان میں بشری کمزوریاں تھیں، ان میں جذبات تھے، ان کے دلوں میں خلجانات آتے تھے، یہ ہے اس دین کا نہایت ہی نمایاں وصف، بشرطیکہ لوگ اسے اس کی حقیقت کے مطابق سمجھیں۔ اور لوگ ان لوگوں کو ایک انسان کی طرح رکھ کر سمجھیں۔ کہ یہ لوگ مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر بطور انسان رہے، کھانا کھاتا رہے اور بازاروں میں پھرتے رہے اور پھر بھی اس مقام تک پہنچ گئے۔ اب وہ آیات جو ان واقعات کے بارے میں نازل ہوئیں، مناسب ہے کہ قدرے ان کے ساتھ بھی رہیں:

واذا قیل ..... مستکبرون (36 : 5) ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رکتے ہیں''۔ یہ لوگ یہ فعل کرتے ہیں، اور اس قسم کی باتیں منہ سے نکالتے ہیں، جب ان کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ تک یہ باتیں پہنچ گئی ہیں تو پھر یہ فوراً ڈر جاتے ہیں۔ ذلیل ہو کر جھوٹی

قسمیں اٹھاتے ہیں اور ان جھوٹی قسموں کے سہارے زندہ رہ رہا ہے اور اگر وہ امن کی حالت میں ہوں، کوئی ان سے کہے کہ آؤ رسول اللہ سے درخواست کرو کہ تمہاری بخشش کے لئے رسول اللہ ﷺ دعا کریں تو سر جھٹکتے ہیں اور نہایت ہی تکبر میں حضور ﷺ کے پاس آنے سے رک جاتے ہیں۔ یہ منافقین کی دونوں باہم متضاد صفات ہیں۔ اگرچہ یہ اپنی قوم میں، باعزت اور بامقام لوگ ہوں۔ یہ دل میں اپنے اندر سے اس قدر کھوکھلے اور ڈرپوک ہوتے ہیں کہ یہ تکبر کرتے ہیں، اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ سر جھٹک کر پھیر دیتے ہیں، جب ان کو خوف نہ ہو، لیکن جب یہ خوف ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جانا ہے تو پھر قسمیں اٹھاتے ہیں۔ چناچہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے، لہٰذا اب آپ ان کے بارے میں استغفار کریں یا نہ کریں، استغفار کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

تفسیر تدبر القرآن

(واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسھم و رایتھم یصدون وھم مستکبرون)(5)۔

(جھوٹی عزت نفس)۔

یہ وہی بات ذرا مختلف الفاظ میں بیان ہوئی ہے جو سورۃ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت میں (واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم) کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی سازشوں اور شرارتوں کے نوٹس میں آنے کے بعد جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرو تاکہ حضور ﷺ تمہارے لیے استغفار کریں اور آپ ﷺ کا استغفار اللہ کے ہاں تمہارے لیے سفارش بنے تو اکڑتے اور اپنے سر مٹکاتے ہیں اور نہایت غرور کے ساتھ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کے سفر وارنہ اعراض کا اظہار ان کا جوارح سے جس طرح ہوتا ہے اس کی تعبیر (لووا رو سھم) کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ بلیغ ترین تعبیر ہے۔ باطن میں اس کا جو اثر مرتب ہوتا ہے اس کو (یصدون وھم

مستکبرون) کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ گویا ان کا ظاہر و باطن دونوں سامنے کر دیا گیا ہے۔ یہ امر ملحوظ ہے کہ جن لوگوں کے اندر اخلاقی جرأت نہیں ہوتی وہ اپنے گناہوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ان کا اعتراف یا ان پر اظہار ندامت نہیں کرتے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ایک بار اعتراف جرم کر لیا تو ہمیشہ کے لیے بھرم ختم ہو جائے گا۔ ان کی یہ کمزوری ان کو ان کے گناہوں کے ساتھ باندھے رکھتی ہے۔ اس چیز کو سورۃ بقرہ والی آیت میں (اخذته العزة بالاثم) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

Ayat No 6

سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ

يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝٦

Sawaaa'un 'alaihim as taghfarta lahum am lam tastaghfir lahum lany yaghfiral laahu lahum; innal laaha laa yahdil qawmal faasiqeen

(06 المنافقون ایت 06 AlMunafiqun Verse 63)

ترجمہ تفہیم القرآن

اے نبی ﷺ، تم چاہے ان کے لیے مغفرت کی دُعا کرو یا نہ کرو، ان کے لیے یکساں ہے، اللہ ہر گز انہیں معاف نہ کرے گا، اللہ فاسق لوگوں کو ہر گز ہدایت نہیں دیتا۔ (6)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 13

یہ بات سورۃ توبہ میں (جو سورۃ منافقون کے تین سال بعد نازل ہوئی ہے) اور زیادہ تاکید کے ساتھ فرمادی گئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے منافقین کے متعلق فرمایا کہ "تم چاہے ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر (70) مرتبہ بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کروگے تو اللہ ان کو ہر گز معاف نہ کرے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا" (التوبہ۔ آیت (80۔ آگے چل کر پھر فرمایا "اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اور یہ فاسق ہونے کی حالت میں مرے ہیں" (التوبہ۔ آیت (84۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 14

اس آیت میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ دعائے مغفرت صرف ہدایت یافتہ لوگوں ہی کے حق میں مفید ہو سکتی ہے۔ جو شخص ہدایت سے پھر گیا ہو اور جس نے اطاعت کے بجائے فسق و نافرمانی کی راہ اختیار کر لی ہو، اس کے لیے کوئی عام آدمی تو درکنار، خود اللہ کا رسول بھی مغفرت کی دعا کرے تو اسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ ایسے لوگوں کو ہدایت بخشنا اللہ کا طریقہ نہیں ہے جو اس کی ہدایت کے طالب نہ ہوں۔ اگر ایک بندہ خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑ رہا ہو، بلکہ ہدایت کی طرف اسے بلایا جائے تو سر جھٹک کر غرور کے ساتھ اس دعوت کو رد کر دے، تو اللہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے اپنی ہدایت لیے پھرے اور خوشامد کرے اسے راہ راست پر لائے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

سواء علیھم ..... الفسقین (36 : 6) ''اے نبی! تم چاہے ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو، ان کے لئے یکساں ہے، اللہ ہر گز انہیں معاف نہ کرے گا، اللہ فاسق لوگوں کو ہر گز ہدایت نہیں دیتا''۔ ان کے فسق وفجور کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، جس کی وجہ سے اللہ نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے کہ انہیں ہدایت نصیب نہ ہو گی۔

تفسیر تدبر القرآن

(سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لا یھدی القوم الفسقین)(6)

(گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ مغفرت سے محروم کر دیتا ہے)۔

ان کے اس غرور واعراض کی سزا ان کو یہ ملی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خطاب کر کے ان کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ تم ان کے لیے مغفرت مانگو یہ نہ مانگو، اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی ہدایت سے نہیں نوازتا جو نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ ہدایت صرف انہی کو دیا کرتا ہے جو اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سورۃ نساء میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے۔ (وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔) (النساء: 4۔64) (اور ﷺ اگر وہ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تمہارے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت مانگتا تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔) جو لوگ اللہ اور رسول سے اکڑتے ہیں سورۃ توبہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا : (اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ) التوبۃ: 9، 80) (ان

کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ستر بار بھی انکے لیے مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔(

Ayat No 7

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

Humul lazeena yaqooloona laa tunfiqoo 'alaa man inda Rasoolil laahi hatta yanfaddoo; wa lillaahi khazaaa' inus samaawaati wal ardi wa laakinnal munaafiqeena la yafqahoon

(63 AlMunafiqun Verse 07 المنافقون ایت 07)

ترجمہ تفہیم القرآن

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کو رسول ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بند کر دو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں۔(7)

تفہیم القرآن

تفسیر فی ظلال القرآن

هم الذين.....ينفضوا (36:7) یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بند کرو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں"۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کے کہنے والے کا خبث باطن عیاں ہے

اور یہ شخص نہایت ہی ذلیل انسان ہے۔ یہ وہ منصوبہ ہے جو اہل باطل روز اول سے اہل ایمان کے خلاف آزماتے ہیں۔ زمان و مکان کی قید کے سوا ہر جگہ اور ہر دور میں اہل باطل نے یہ نسخہ آزمایا ہے جیسا کہ اگلوں پچھلوں نے مشورہ کر کے یہ طے کر دیا ہے کہ اہل دین اور اہل نظریہ لوگوں پر رزق کے دروازے بند کر دو۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ اس قدر ذلیل ہوتے ہیں کہ یہ لوگ ہر بات ہر فیصلہ پیٹ کے نقطہ نظر سے کرتے ہیں۔ چناچہ اہل ایمان کے خلاف شیطان نے یہی نسخہ آزمانے کی تجویز کی۔ یہی نسخہ قریش نے بنی ہاشم کے خلاف آزمایا اور ان کو شعب بن طالب میں محصور کر دیا اور راشن اور ضروریات زندگی ان پر بند کر دیں تاکہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کی حمایت چھوڑ دیں اور رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کے سپرد کر دیں۔ اور یہی منصوبہ منافقین مدینہ کے رئیس نے پیش کیا کہ تم ان لوگوں پر انفاق بند کر دو، یہ سب بھاگ کر چلے جائیں گے۔ تنگی حالات اور بھوک و افلاس سے مجبور ہو کر۔ اور یہی نسخہ کمیونسٹوں نے اپنے علاقے میں ان اہل دین کے خلاف استعمال کیا کہ ان پر ضروریات زندگی بند کر دیں تاکہ بھوک سے مر جائیں یا دین اور خدا کا انکار کریں۔ اور نماز و روزہ چھوڑ دیں۔ آج ہمارے دور میں پوری دنیا میں احیاء اسلام کی جو تحاریک چل رہی ہیں ان کے ساتھ بھی ان کے مخالفین یہی سلوک کر رہے ہیں۔ ان کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں، انہیں افلاس سے مار رہے ہیں اور ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر رہے ہیں۔ غرض تمام دشمنان اسلام نے بالاتفاق اس ذلیل ذریعہ کو اہل ایمان کے خلاف آزمایا ہے۔ اور یہ طریقہ قدیم زمانوں سے آج تک یونہی چلا آرہا ہے۔ لیکن ان دشمنان اسلام نے اس حقیقت کو بھلایا ہے۔

وللہ خزائن ..... لایفقھون (36 : 7) ”حالانکہ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں“۔ حالانکہ زمین و آسمان کے خزانوں ہی سے اللہ ان لوگوں کو

رزق دے رہا ہے جو مسلمانوں کا رزق بند کر رہے ہیں۔ کیونکہ نہ یہ لوگ خود اپنا رزق پیدا کر رہے ہیں اور نہ مومنین کا رزق بند کر سکتے ہیں لیکن یہ لوگ غبی ہیں اور یہ اس واضح حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ وہ خود اپنی روزی کے مالک نہیں اور بند کرنا چاہتے ہیں دوسروں کا رزق۔ یوں اللہ تعالیٰ مومنین کو ثابت قدم اور ان کے دلوں کو مضبوط فرماتے ہیں تاکہ وہ دشمنان اسلام کے اس ذلیل منصوبے کا مقابلہ کریں۔ کیونکہ اللہ کے دشمنوں کے پاس اب اور کوئی ہتھیار نہیں رہا ہے۔ اس لئے وہ اچھے ہتھیاروں پر ائر آئے ہیں۔ اللہ ان کو مطمئن کرتا ہے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ اگرچہ دشمنوں کو بھی دیتا ہے لیکن دوستوں کو بھی نہیں بھلاتا۔ اللہ کی رحمت کا قانون یہ ہے کہ وہ دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ کسی کو بھی بھوک سے نہیں مارتا۔ ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر اللہ ان کا رزق کاٹ دے تو یہ لوگ کچھ بھی نہ پائیں گے۔ اس لئے اللہ اپنے بندوں کو ایسے حالات کے سپرد نہیں کرتا کہ وہ روزی سے محروم ہو جائیں۔ وہ تو بہت بڑا کریم ہے۔ کیونکہ کسی پر رزق کے دروازے بند کرنے کا کام وہ شخص ہی کر سکتا ہے جو بہت ذلیل اور پرلے درجے کا خصیں ہو۔

تفسیر تدبر القرآن

(هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ولله خزائن السموات والارض ولكن المنفقين لا يفقهون)(7)۔

(اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب)

یہ سبب بتایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے اس غضب کے مستحق کیوں ٹھہرے کہ اگر رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے ستر بار مغفرت مانگیں جب بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہی

لوگ ہیں جو لوگوں کو روکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ روایات میں آتا ہے کہ 6ھ میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر نبی ﷺ نے جس چشمہ پر پڑاؤ ڈالا وہاں پانی کے بارے میں ایک غریب مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کو تھپڑ مار دیا۔ انصاری نے انصار کی دہائی دی اور مہاجر نے مہاجرین کی۔ دونوں طرف کے آدمی تلواریں سونت سونت کر اکٹھے ہو گئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بات زیادہ بڑھنے نہ پائی۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے جو اس طرح کے مواقع کی ہمیشہ گھات میں رہتا، موقع سے فائدہ اٹھا کر مہاجرین کے خلاف انصار کے جذبات بھڑکانے کے لیے نہایت زہر آلود فقرے کہے۔ اس نے کہا کہ ”یہ ہمارے گھر میں پناہ پا کر اب ہمیں یہ غرانے لگے ہیں۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے کہ رکشے کو موٹا کر دیا بالآخر تمہی کو کاٹے گا۔ خدا کی قسم! اب ہم پلٹے تو جو باعزت ہیں وہ رذیلوں کو وہاں سے نکال کے رہیں گے۔ انصار کے جو آدمی اس دوران میں اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے ان کو مخاطب کر کے اس نے کہا ”یہ تمہاری اپنی غلطی کا خمیازہ ہے جو تمہیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ تم نے اپنے گھر میں ان کو اتارا اور اپنے مال میں ان کو حصہ دار بنایا۔ خدا کی قسم! اگر تم ان کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیتے تو یہ کب کے یہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ہوتے“۔ آیت میں اس کے انہی فقروں میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کے دلوں کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ بغض و حسد بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کیسے معاف کر سکتا ہے! (عبداللہ بن ابی کے طعنوں کا جواب)۔ (واللہ خزائن السموات والارض ولکن المنفقین لا یفقھون) یہ عبداللہ بن ابی کی بات کا جواب ہے کہ یہ منافق سمجھتا ہے کہ اگر وہ اس کے ساتھ مہاجرین کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیں گے تو ان کا کوئی سہارا باقی نہیں رہ جائے گا حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ

ہی کے قبضہ ہیں۔ وہی جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور جن سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے لیکن ان منافقوں کے دلوں پر چونکہ مہر لگ چکی ہے اس وجہ سے یہ اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

Ayat No 8

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

Yaqooloona la'ir raja'naaa ilal madeenati la yukhrijannal a'azzu minhal azall; wa lillaahil 'izzatu wa li Rasoolihee wa lilmu'mineena wa laakinnal munaafiqeena laa ya'lamoon

(08 المنافقون ایت 08 AlMunafiqun Verse 63)

ترجمہ تفہیم القرآن

یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزّت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے ۔گا حالانکہ عزّت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔(8)

تفسیر تفہیم القرآن

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 15

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ جب میں نے عبداللہ بن ابی کا یہ قول رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا، اور اس نے آکر صاف انکار کر دیا اور اس پر قسم کھا گیا، تو انصار کے بڑے بوڑھوں نے اور خود میرے اپنے

چچا نے مجھے بہت ملامت کی، حتیٰ کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ حضور ﷺ نے بھی مجھے جھوٹا اور عبداللہ بن ابی کو سچا سمجھا ہے۔ اس چیز سے مجھے ایسا غم لاحق ہوا جو عمر بھر کبھی نہیں ہوا اور میں دل گرفتہ ہو کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر ہنستے ہوئے میرا کان پکڑا اور فرمایا لڑکے کا کان سچا تھا، اللہ نے اس کی خود تصدیق فرمادی (ابن جریر۔ ترمذی میں بھی اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے)۔

سورۃ الْمُنٰفِقُوْن 16

یعنی عزت اللہ کے لیے بالذات مخصوص ہے، اور رسول کے لیے بر بنائے رسالت، اور مومنین کے لیے بر بنائے ایمان۔ رہے کفار و فُسّاق و منافقین، تو حقیقی عزت میں سرے سے ان کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن

اور اس کے بعد ان کا یہ قول : یقولون ..... الاذل (36 : 8) ”یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا“۔ اس سے قبل ہم بتا چکے ہیں کہ اس حقیقت کو عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی نے کس طرح حقیقت کر کے پیش کیا اور کس طرح ذلیل آدمی عزت دار آدمی کی اجازت سے شہر میں داخل ہوا۔

وللہ العزۃ ..... لا یعلمون (36 : 8) ”حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو اپنے ساتھ ایک صف میں شامل کر کے ان کو بھی معزز بنایا اور یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ اللہ اپنے رسول اور

مومنین کو اپنے پہلو میں کھڑا کر دے۔ اور کہے ”ہم ہیں معزز اور یہ ہیں ذلیل۔ اللہ نے بالکل سچ کہا، کہ اس نے قلب مومن میں ایمان کو عزت کے مساوی قرار دیا اور مومن کو عزت حاصل ہوئی اللہ کی عزت سے، ایسی جو نہ ہلکی ہوتی ہے، نہ اس میں سستی آتی ہے، نہ جھلکتی ہے، اور نہ نرم ہوتی ہے۔ اور یہ عزت نفس انسان مومن کو بہت ہی متزلزل حالات میں بھی، ایمان کے حوالے سے کمزور ہونے نہیں دیتی۔ اس طرح جب کسی کے دل میں ایمان اچھی طرح قرار پکڑ لیتا ہے اور پختہ ہو جاتا ہے تو اس شخص کے دل میں عزت بھی نہایت مضبوط اور جڑ پکڑ لیتی ہے۔

ولکن ..... لایعلمون (36 : 8) ”مگر منافق جانتے نہیں“۔ وہ کیا جانیں، انہوں نے نہ تو عزت نفس کا ذوق پایا اور نہ اس کے پاس اس کا سرچشمہ ہے۔

تفسیر تدبر القرآن

(یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون)(8)۔

یہ عبداللہ بن ابی کے اس دوسرے زہر آلود فقرے کی طرف اشارہ ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اکسانے کے لیے یہ بھی کہا کہ اب مدینہ واپس ہوتے ہیں پہلا کام یہ کرنا ہے کہ جو عزت واقتدار والے ہیں (یعنی انصار) وہ ان لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے جو ذلیل ہیں۔ یہ اشارہ اس کا مہاجرین کی طرف تھا۔ یعنی اس نے وہی جاہلی نعرہ لگایا جو اہل عرب کا شعار تھا کہ اس سرزمین پر ہم ہمیشہ عزت واقتدار والے رہے ہیں اور یہ ہمارا ہی حق ہے۔ ہم یہ کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ جو ہمارے ہاں پناہ لینے آئے وہ ہمارے آدمیوں کو طمانچے لگائیں۔ (وللہ العزۃ ولرسولہ

وللمومنين ولكن المنفقين لا يعلمون) یہ اس نعرہ جاہلی کا جواب ہے کہ عزت تو اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے اور سنت الٰہی کے مطابق اب اس کا ظہور کا وقت آ گیا ہے لیکن یہ منافقین اس کو نہیں جانتے۔ اس سنت کا حوالہ سورۃ مجادلہ میں بدیں الفاظ گزر چکا ہے۔ (اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ۔) (المجادلۃ: 58، 20، 21) (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں ذلیل ہونے والے وہی بنیں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔)

======******======